Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 03, October-December 2024, **PP**: 124-141
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

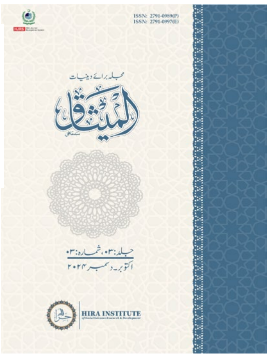

Article QR

اسلام اور توہینِ مذہب: اہلِ اسلام کے نظریات اور رویوں کا تاریخی و تنقیدی تجزیہ

Blasphemy and Islam: A Historical and Critical Analysis of Muslims Belief and Attitudes

1. Suleman Khalil rsulemankhalil@gmail.com	*Ph.D. Scholar,* *Government College Univeristy, Faisalabad.*
2. Aafaq Ahmad aafaqahmad821@gmail.com	*Ph.D. Scholar,* *Government College Univeristy, Faisalabad.*
3. Arisha Nisar iamarishanisar@gmail.com	*M.Phil Scholar,* *Riphah International Univeristy, Faisalabad.*

How to Cite:	Suleman Khalil, Aafaq Ahmad and Arisha Nisar. 2024: "Blasphemy and Islam: A Historical and Critical Analysis of Muslims Belief and Attitudes". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (03): 124-141.
Article History:	**Received**: 01-11-2024 · **Accepted**: 10-12-2024 · **Published**: 31-12-2024
Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

اسلام اور توہینِ مذہب: اہلِ اسلام کے نظریات اور رویوں کا تاریخی و تنقیدی تجزیہ

Blasphemy and Islam: A Historical and Critical Analysis of Muslims Belief and Attitudes

1. **Suleman Khalil**
Ph.D. Scholar, Government College Univeristy, Faisalabad.
rsulemankhalil@gmail.com

2. **Aafaq Ahmad**
Ph.D. Scholar, Government College Univeristy, Faisalabad
aafaqahmad821@gmail.com

3. **Arisha Nisar**
M.Phil Scholar, Riphah International Univeristy, Faisalabad.
iamarishanisar@gmail.com

Abstract

Blasphemy, defined in Islamic law as the act of insulting (*sabb*) God, the Prophet Muhammad ﷺ, or any aspect of divine revelation, is considered a profound transgression with both theological and legal implications. Theologically, blasphemy is closely linked to infidelity (*kufr*), the deliberate rejection of God and His revelation, and heresy (*zandaqah*), a concept historically associated with pre-Islamic Persian ideologies challenging societal norms and state authority. In this context, blasphemy encompasses not only verbal affronts but also heterodox beliefs, mystical utterances, or public expressions deemed subversive or unorthodox. This article explores the framework of Islamic *Sharī'ah* on blasphemy, tracing its evolution and addressing the diverse perspectives of Muslim communities across history. Through a critical lens, it examines the intersection of theology, jurisprudence, and societal attitudes, offering a nuanced understanding of the complexities surrounding blasphemy in Islamic thought.

Keywords: *Blasphemy, Islam, Muslims Behaivor, Beliefs, Attitudes, Religion.*

تمہید

توہینِ مذہب سے مراد اللہ تعالیٰ، پیغمبرانِ خدا، ادیان و مذاہب، بانیان ادیان و مذاہب، متون مقدسہ، مقامات مقدسہ اور دیگر مذہبی شعائر کی استہزاء، تحقیر اور توہین مراد لی جاتی ہے۔ اہل یہود کے ہاں توہین سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور توریت کی توہین، نصاریٰ کے ہاں حضرت مسیح علیہ السلام، چرچ اور انجیل مقدس کی توہین اور اسلام میں توہین مذہب کا اطلاق، اللہ تعالیٰ، انبیاء اور دیگر شعائر اسلام کی استہزاء و توہین پر کیا جاتا ہے۔ مقالہ ہذا میں توہین مذہب کے بارے میں شریعت اسلامیہ میں مذکور تعلیمات اور اہل اسلام کے توہین مذہب کے بارے میں رویے کو بیان کیا گیا ہے۔

شریعتِ اسلامیہ میں توہینِ مذہب کے بارے میں تعلیمات

اسلام کے معنی سر تسلیم خم اور خود کو مکمل حوالے کر دینے، کے ہیں۔ جو کوئی بھی اسلام میں داخل ہوتا ہے خود کو پوری طرح اللہ رب العزت کے حوالے کر دیتا ہے۔ شریعت اسلامیہ محض چند رسوم و رواج اور عبادات کا ہی نام نہیں بلکہ یہ ایک مکمل طریقہ زندگی ہے جو انسانیت کی فلاح و ترقی کے لیے بھیجا گیا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں انسان کے تمام ایسے نظریات و خیالات، اقوال

اور اعمال جو اللہ تعالیٰ، انبیاء، آسمانی کتب، شعائر اور عقائد کے بارے میں اہانت امیز ہوں یا اہانت ثابت کرتے ہوں توہین مذہب شمار ہوتے ہیں۔ ذیل میں ایسے امور کو بیان کیا گیا ہے جو شریعت اسلامیہ میں توہین مذہب کے زمرہ میں آتے ہیں۔

توہین باری تعالیٰ اور اس کے مرتکب کا حکم

ذات باری تعالیٰ دنیا میں موجود ہر چیز سے اعلیٰ ہے۔ جو چیز بھی دنیا میں تقدس اور حرمت کا شرف رکھتی ہے درحقیقت وہ اللہ رب العزت کی تقدیس و حرمت کا ہی پرتو ہے۔ تمام عز و شرف کی اصل اور بنیاد اللہ رب العزت کی ذات مبارک ہی ہے۔ لہٰذا اللہ رب العزت کی تکریم اور تقدیس تمام مقدسات سے اولیٰ و مقدم ہے۔ اللہ رب العزت سے استہزاء سب سے قبیح کفر ہے۔ قرآن کریم نے ان کے لیے دنیاوی اور اخروی دونوں زندگیوں میں ذلت آمیز عذاب کی وعید سنائی ہے۔[1] امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> اللہ رب العزت کو ایذاء پہنچانے سے کیا مراد ہے؟ اکثریت کا قول ہے کہ اس کا مطلب، کفر کرنے، اللہ رب العزت کی طرف بیوی، اولاد اور شریک یا ساتھی کی نسبت کرنے اور اللہ کے متعلق ایسے اوصاف بیان کرتے ہیں جو اللہ رب العزت کے بالکل بھی شایان شان نہیں۔ جیسا کہ اہل یہود کہتے تھے کہ اللہ رب العزت کے ہاتھ بندھے ہیں، نصاریٰ نے کہہ دیا کہ مسیح، ابن اللہ ہیں، مشرکین نے کہا کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں اور بت اللہ کے شرکاء ہیں۔[2]

امام بغویؒ نے بھی اپنی تفسیر میں عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مفہوم بیان کیا ہے۔[3] مزید وہ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: اللہ رب العزت نے فرمایا کہ میرا بندہ مجھے گالی دیتا ہے، وہ کہتا ہے کہ اللہ نے بیٹا جنا جبکہ میں اَحد ہوں اور بے نیاز ہوں۔ نہ میں کسی سے پیدا ہوا ہوں اور نہ ہی کوئی مجھ سے پیدا ہوا ہے اور کوئی میرا ہمسر نہیں۔[4]

مفتی محمد شفیعؒ نے معارف القرآن میں لکھا ہے کہ اس کا مطلب وہ افعال و اقوال ہیں جو عادتاً ایذا کا سبب بنتے ہیں۔ اگرچہ اللہ رب العزت کی ذات ہر انفعال اور تاثر سے بالا ہے۔ اسے کوئی تکلیف پہنچا سکے یہ مجال کسی میں نہیں۔ لیکن ایسے اعمال و افعال جن سے عادتاً ایذاء پہنچا کرتی ہے ان کو اللہ رب العزت کو ایذاء پہچانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جان دار چیزوں کی تصویریں بنانا اللہ تعالیٰ کی ایذاء کا سبب ہے۔ تو آیت میں اللہ کو ایذاء دینے سے مراد یہ اقوال یا افعال ہوئے۔[5]

بعض ائمہ تفسیر نے ان افعال و اقوال کو اس کا مصداق ٹھہرایا ہے، جن کے متعلق احادیث میں ہے کہ یہ اللہ رب العزت کی ایذاء کا سبب ہیں۔ مثلاً جب کوئی شخص زمانے کو برا کہتا ہے تو وہ درحقیقت اللہ کو اذیت پہنچانے کا سبب ہے، یعنی حق تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے، جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے نقل کیا کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ بنی آدم زمانے کو برا بھلا کہتا ہے جبکہ زمانہ میں ہوں اور میرے ہی قبضہ میں لیل و نہار ہیں۔[6] علاوہ ازیں شرک سے بھی اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ کوئی بھی انسان یا چیز صبر کرنے میں اللہ رب العزت سے زیادہ صابر نہیں ہے جو کسی عمل یا بات کی وجہ سے پہنچتی ہے۔ لوگوں نے اس کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا لیکن وہ انہیں صحت بھی دیتا ہے اور رزق بھی۔[7]

مندرجہ بالا اقوال یہ ثابت کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت کے ساتھ شریک بنانا یا ایسی کوئی بات کرنا جو اس کی شان کے منافی ہو، اللہ رب العزت کی نشانیوں، زمانہ، دن رات اور ہوا وغیرہ کو برا بھلا کہنا، یہ تمام اس آیت کے مفہوم میں شامل ہیں اور ایسی باتوں سے اللہ کریم ناراض ہوتا ہے۔

اللہ رب العزت کی شان میں سوء ادب، نامناسب قول و فعل اور ادنیٰ سی گستاخی بھی ہلاکت و بربادی ہے۔ اللہ رب العزت معبود برحق ہیں پھر بھی اللہ رب العزت نے اہل اسلام کو کافروں کے باطل معبودوں کو گالی دینے سے منع کر دیا کہ وہ بطور جواب اللہ

رب العزت کی شان میں گستاخی کریں گے۔[8]

مفتی محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ جن معبودوں کو کافر و مشرک خدا مانتے ہیں یقیناً ان کی کچھ حقیقت نہیں، لیکن مسلمانوں کو تاکید کر دی گئی کہ کافروں کے سامنے ان کے باطل معبودوں کے لیے بھی توہین آمیز الفاظ نہ استعمال کیے جائیں کہ اس کے جواب میں وہ لوگ اللہ رب العزت کی شان میں گستاخی کریں گے۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو اس کا سبب تمہارا رویہ بنے گا جس طرح اللہ رب العزت کی شان میں گستاخی کرنا حرام ہے بعینہٖ اسی طرح گستاخی کا سبب بننا بھی ناجائز ہے۔[9]

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ یہ حکم اب بھی قائم ہے کہ جب کافروں کا غلبہ ہو اور خطرہ ہو کہ وہ اللہ رب العزت، نبی کریم ﷺ اور شعائر اسلام کے بارے میں بد زبانی کریں گے تو یہ جائز نہیں کہ کوئی مسلمان ان کے دین، عبادت خانے یا صلیب وغیرہ کو برا بھلا کہے اور ایسا کچھ نہ کرے کہ کافر اس بات پر آمادہ ہو جائیں کیونکہ ایسا کرنا لوگوں کو معصیت پر اُبھارنا ہے۔[10] بعض مفسرین نے اس نکتے پر غور کیا ہے کہ قرآن کریم نے متعدد آیات میں بتوں کا ذکر شدید الفاظ میں کیا ہے اور یہ آیات منسوخ بھی نہیں ہے اور ان کی تلاوت بھی ترک نہیں ہوئی۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان آیات کا شمار بھی ان کلمات میں کیا جا سکتا ہے جو کسی کے دل دکھانے کے زمرے میں آتے ہیں؟ مفتی شفیع صاحب نے علامہ آلوسیؒ کی تفسیر روح المعانی سے نقل کرتے ہوئے اس کا جواب دیا ہے کہ قرآن کریم کی ان آیات میں، جہاں بتوں کا ذکر سخت الفاظ میں ہوا، ان کا مقصد مناظرانہ انداز میں حقیقت کو واضح کرنا ہے، نہ کہ کسی کی دل آزاری۔ ان آیات کا مدعا یہ ہے کہ سمجھنے والے ان حقائق کو سمجھ لیں اور اپنی غلطیوں کی اصلاح کر سکیں۔ اس تناظر میں، کوئی بھی سمجھدار انسان یہ نتیجہ اخذ نہیں کر سکتا کہ ان آیات کا مقصد بتوں کی توہین یا مشرکین کو چڑانا تھا۔ یہ فرق ہر زبان کے اہلِ محاورہ کے لیے واضح ہے کہ کسی برائی یا عیب کا ذکر کبھی کسی مسئلے کی وضاحت کے لیے ہوتا ہے۔ جیسے عدالت میں کسی کیس کے دوران مختلف حقائق پیش کیے جاتے ہیں، لیکن کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ برا بھلا کہنے کے مترادف ہے۔[11]

اسی اصول پر قرآن کریم نے بتوں کی بے بسی، بے جان ہونے اور ان کی حقیقت کو سمجھانے کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جو حقیقت کو واضح کرتے ہیں۔ ان کا مقصد دل آزاری نہیں بلکہ ان لوگوں کی کوتاہ نظری اور غلط فہمیوں کو اجاگر کرنا ہے، تاکہ وہ اپنی غلطیوں کا ادراک کر سکیں۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایسی آیات کو مشرکین کو چڑانے یا ان کی دل آزاری کی نیت سے تلاوت کرے، تو اس وقت یہ تلاوت کرنا بھی سب ممنوع اور ناجائز کے زمرے میں آتا ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے مکروہ مقامات پر قرآن کی تلاوت کرنا سب کے نزدیک ناجائز سمجھا جاتا ہے۔[12]

مندرجہ بالا وضاحت اس بات پر شاہد ہے کہ کوئی ادنیٰ سی گستاخی بھی اللہ تعالیٰ کی شان میں جائز نہیں ہے اس کے برعکس معبودِ برحق یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر کسی بھی مذہب کے خداؤں کو بھی برا بھلا کہنا جائز نہیں ہے۔ اللہ رب العزت نے اس بات کو قرآن کریم میں شدت سے منع فرمایا ہے۔

توہینِ ملائکہ اور اس کے مرتکب کا حکم

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء کرام اور ملائکہ کی توہین یا ان کی تکذیب اور انکار کا حکم وہی ہے جو آپ ﷺ کی تکذیب و توہین اور انکار کا ہے۔[13] اس قول کی دلیل پر آپ نے قرآن کریم سے یہ آیت مبارکہ نقل کی ہے:

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۔[14]

سب ایمان لائے ہیں اللہ، فرشتے، کتابوں اور رسولوں پر اور ہم کسی میں بھی فرق نہیں کرتے۔

امام سحنون فرماتے ہیں:

من شتم ملکا من الملائکة فعلیه القتل۔[15]

جس نے ملائکہ کو گالی دی تو اس کو قتل کیا جائے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ حکم ان ملائکہ کا ہے جن کے بارے قرآن کریم، خبر متواتر یا مشہور کے ذریعے معلوم ہوا ہو کہ وہ ملائکہ میں سے ہیں جیسا کہ حضرت جبریل، میکائیل، اسرائیل، ملک الموت، رضوان، منکر نکیر، کراما کاتبین علیہم السلام وغیرہ، اور جن کے متعلق کسی نص سے متعین طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ وہ ملائکہ میں سے ہیں یا نہیں، یا جن کے بارے میں علماء مختلف فیہ ہیں تو یہ حکم ان کے متعلق نہیں ہے۔[16]

توہینِ انبیاء کرام علیہم السلام اور اس کا حکم

نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے ہیں۔ جو کوئی بھی انہیں ایذاء، دکھ یا تکالیف پہنچاتے ہیں یا پہنچانے کی سعی کرتے ہیں، وہ خدا کے دشمن ہیں اور دنیاوی و اخروی زندگی میں ذلت و رسوائی ان کا مقدر ہے۔ شریعت اسلامیہ میں کسی کو گالی دینا، برا بھلا کہنا، غیبت کرنا یا اس کی عزت و تکریم کو پامال کرنا سختی سے منع ہے۔ دینِ اسلام ہر مسلمان کو اپنی زبان کی حفاظت کا حکم دیتا ہے اور صرف وہ بات کرنے کی اجازت دیتا ہے جو فائدہ مند ہو، ورنہ خاموشی اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ مسلمان تو وہی ہے کہ جو اپنی زبان اور ہاتھ سے کسی مسلمان کو اذیت نہ دے۔[17]

انبیاء و رسل کی شان و منزلت بہت بلند ہے۔ انبیاء کی اطاعت اللہ کی اطاعت اور ان کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی ہے۔ ان کے متعلق ادنیٰ گستاخی بھی عند اللہ ایک سنگین جرم ہے۔ سورۃ الاحزاب میں ہے کہ ایسے لوگوں کے لیے ذلت آمیز عذاب ہے۔[18] دوسری جگہ قرآن ایسے لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر آپ ان سے پوچھو تو وہ یہی کہیں گے کہ ہم تو محض مذاق کرتے ہیں۔ کیا تم اللہ اور اللہ کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ ہنسی مذاق کر رہے تھے؟ یقیناً تمہاری معذرت کسی کام کی نہیں کیونکہ تم ایمان کے بدلے کفر اختیار کر چکے ہو۔[19] اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کی آیات اور دین کے شعائر کا مذاق اُڑانا بھی کفر کے زمرے میں آتا ہے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ اللہ اور رسول کو اذیت دینا کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔[20]

آپ ﷺ کو تکلیف دینا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچانے کے مترادف ہے کیونکہ آپ ﷺ اللہ کے احکام کو پہنچانے کے لیے مامور تھے۔ جو کوئی بھی طعن و تشنیع یا برا بھلا کہتا ہے اس پر اللہ نے دنیا اور اخروی زندگی پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب کا وعدہ ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ:

مَنْ سَبَّ نَبِيًّا فَاقْتُلُوهُ[21]

جو کسی نبی پر سب و شتم کرے تو اس کی سزا قتل ہے۔

کعب بن اشرف آپ ﷺ کی شان میں ہجو کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کعب کو کون سزا دے گا؟ وہ اللہ اور رسول کو بہت اذیت دیتا ہے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس کام کی اجازت لی اور آپ ﷺ نے کہا: ہاں، میں یہ پسند کرتا ہوں۔[22] اسی طرح جب مکہ فتح ہوا تو آپ ﷺ نے سب لوگوں کو عام معافی دی مگر چار افراد کو قتل کا حکم دیا، خواہ وہ کعبہ کے پردے سے چمٹے ہوں۔ ان میں عکرمہ، عبد اللہ بن ابی سرح، مقیس بن صبابہ اور عبد اللہ بن خطل شامل تھے۔ یہ آپ ﷺ کو اذیت دیتے تھے یا اسلام

کے شعائر کی توہین کرتے تھے۔[23] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جن منافقین کی طرف سے بہتان لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے مسلمانو! میری مدد کون کرے گا اس شخص کے بارے میں جس نے میری بیوی کے معاملے میں مجھے تکلیف پہنچائی ہے؟ اس پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا نبی اللہ! اگر اس کا تعلق ہمارے قبیلے سے ہے تو آپ جو حکم دیں گے ہم مانیں گے اور اگر قبیلہ اوس سے ہے تو میں اس کی گردن مار دوں گا۔[24] یہ واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ ﷺ کو اذیت پہنچانے والے کے لیے اسلامی قانون میں سخت سزا ہے اور نبی ﷺ نے کبھی اس پر نکیر نہیں فرمائی۔

توہینِ صحابہ کرام واہل بیت رضی اللہ عنہم اور اس کا حکم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی صحبت کے لیے چنا اور منتخب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں ان سے اپنی رضامندی اور ان کے لیے جنت و باغات کا اعلان اسی دنیا میں ہی فرمادیا ہے۔ اس لیے اس قدر بلند مرتبہ حضرات کے بارے میں بات کرتے ہوئے ہمیں نہایت ہی محتاط رہنا ہو گا۔ المعجم الکبیر میں امام طبرانی، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ میرے صحابہ کے بارے میں گفتگو میں احتیاط سے کام لو اور ان کے خلاف کوئی بھی بات کرنے سے بہر صورت رکے رہو۔[25] یہ روایت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق ایک واضح اور مستقل اصول بیان کرتی ہے، جس کے مطابق امت کے کسی بھی فرد کو، چاہے اس کا مقام و مرتبہ کچھ بھی ہو، یہ حق نہیں کہ وہ صحابہ کرام کے متعلق ایسی کوئی بات کہے جو گستاخی یا بے ادبی کے زمرے میں آتی ہو۔

صحابہؓ سے عناد دراصل نبی اکرم ﷺ سے بغض اور ان کو تکلیف دینا ہے، جیسا کہ امام ترمذی اپنی جامع میں نبی کریم ﷺ کا قول نقل کرتے ہیں کہ میرے اصحاب سے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو، انہیں کبھی بھی تنقید یا ملامت نہ کرنا۔ جان لو! جس نے میرے صحابہ سے محبت رکھی، اس نے میرے سبب ان سے محبت رکھی اور جس نے میرے صحابہ سے دشمنی رکھی، اس نے میرے ساتھ بغض کے سبب ایسا کیا۔ جس نے میرے اصحاب کو تکلیف دی، اس نے در حقیقت مجھے ایذاء پہنچائی اور مجھے تکلیف دینا اللہ کو ایذاء پہنچانا ہے اور جو اللہ کو اذیت دیتا ہے، اسے اللہ جلد ہی سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا۔[26] رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان انتہائی قابل غور ہے۔ کیونکہ اس روایت میں نبی کریم ﷺ نے دو بار اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر صحابہ کرام کے بارے میں اپنی امت کو متنبہ کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان اللہ اللہ یہ تنبیہ اور ڈرانے کے لیے ہے، تو یہاں مراد ہے کہ اللہ سے ڈرو اور ایسا نہ کرو۔

اسی طرح حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میرے اصحاب کو گالی نہ دو اس وجہ سے کہ تم میں سے اگر کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی اللہ رب العزت کے راستے میں لٹادے تو بھی میرے صحابہ کے ایک مد یا آدھے ثواب تک بھی نہ پہنچ سکے گا۔[27]

اس حدیث میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق کسی قسم کی بھی بدزبانی سے منع فرمایا ہے۔ اسی کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں صحابہ کرام کی عظمت شان اور مقبولیت کو بھی واضح فرمایا ہے کہ صحابہ کرام کے علاوہ کوئی شخص اگر جبل اُحد کے برابر بھی صدقہ کر دے تو صحابہ کرام کے ایک معمولی صدقہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صحابہ کرام نے جس قدر تنگدستی اور تنگ دامنی میں اور اپنی ضروریات کو پس پشت ڈال کر صدقہ کیا اور ایسے حالات میں کیا جب اللہ کے نبی ﷺ کو اشد ضرورت تھی، وہ حالات بعد کے زمانے میں نہیں ہیں، خواہ صدقہ کرنے والا امت کا کوئی بڑے سے بڑا عالم، متقی اور عابد و پارسا شخص ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم ایسے لوگوں کو پاؤ جو میرے اصحاب کو گالیاں

دیتے ہوں تو ان سے کہو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔[28] نسیر بن ذعلوق بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ فرماتے کہ تم لوگ محمد ﷺ کے صحابہ کو گالیاں مت دو کیونکہ ان کا نبی کریم ﷺ کی صحبت میں گزرا ایک لمحہ، تمہاری عمر بھر کی نیکیوں سے افضل ہے۔[29]

مندرجہ بالا روایات سے یہ بات عیاں ہے کہ آپ ﷺ کے اہل بیت اور اصحاب رضی اللہ عنہم اس امت کے سب سے معزز ترین اور محترم ترین لوگ ہیں۔ ان کے لیے ادنی سی گستاخی بھی حرام اور ممنوع ہے، چہ جائیکہ کوئی ان کے متعلق سب و شتم کرے۔ ان کے درمیان باہمی اختلافات اور تنازعات ان کے اجتہادات پر مبنی تھے اور کسی کو یہ حق نہیں کہ ان تنازعات کی وجہ سے ان کی شان میں برائی کرے یا کوئی نامناسب بات کرے۔ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ کے بقول یہی اس باب میں اہل حق اور اہل السنۃ و الجماعۃ کا مذہب ہے اور جو کوئی اس کے خلاف عقیدہ رکھے تو وہ گمراہ، مبتدع ہے۔[30]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے عبید اللہ بن عمر کی زبان کاٹنے کی نذر مانی تھی جب اس نے صحابی رسول حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو گالی دی تھی، کسی نے اس پر ان کے ساتھ بات چیت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی زبان کاٹنے سے مجھے مت روکو تاکہ اس کے بعد کوئی اصحاب نبی ﷺ کو گالی نہ دے۔[31] قاضی عیاض رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات، اہل بیت و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں کمی کوتاہی کرنے والا ملعون ہے اور ایسا کرنا حرام ہے۔[32]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخی کرنے والے کی سزا سے متعلق امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو نبی کریم ﷺ کی شان میں برا بھلا کہے اس کو قتل کر دیا جائے اور جو اصحاب رضی اللہ عنہم کی شان میں سب و شتم اور گستاخی کرے اس کو تادیب کی جائے۔ نیز فرماتے ہیں کہ جو بھی صحابہ کرام، خلفاء ثلاثہ، حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کو گالی دے اور کہے کہ یہ لوگ گمراہی اور کفر پر تھے تو ایسے شخص کو قتل کیا جائے اور اگر اس کے علاوہ الفاظ کے ساتھ ان کو برا بھلا کہے تو ایسے شخص کو سختی کے ساتھ تادیب کر دی جائے۔[33]

امام مالک رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شان میں سب و شتم کرے اس کو کوڑے لگا دیے جائیں اور جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر سب و شتم کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔ پوچھنے پر آپ نے وضاحت فرمائی کہ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نامناسب گفتگو کرنا قرآن کریم کی مخالفت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دیگر ازواج النبی ﷺ کے بارے میں قاضی عیاض رحمہ اللہ نے دو قول نقل کیے ہیں:

- ایک یہ کہ ایسے شاتم کو بھی قتل کیا جائے کیونکہ ازواج النبی ﷺ پر شتم، آپ ﷺ کو سب و شتم کے مترادف ہے۔
- ایک قول یہ ہے کہ ان کا حکم بھی وہی ہے جو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاتم کا ہے۔[34]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ قاضی ابو یعلیٰ کا قول نقل کرتے ہیں کہ جو کوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کا قذف لگائے جس سے اللہ رب العزت نے ان کو بری کیا تو یہ بالاجماع کفر ہے اور اس حکم پر متعدد ائمہ کرام نے تصریح کی ہے۔ نیز ابن منذر کا قول نقل کرتے ہیں کہ مجھے کوئی ایک بھی شخص ایسا معلوم نہیں جو نبی کریم ﷺ کے بعد کسی اور شخص کے سب و شتم کرنے والے کے لیے قتل کو واجب قرار دیتا ہو اور قاضی ابو یعلیٰ کہتے ہیں کہ تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو کوئی صحابہ کرام پر سب و شتم کو جائز سمجھ کر کر رہا ہو تو یہ کفر ہے اور اگر ایسا نہیں سمجھتا تو پھر فسق ہے اور ایسا شخص کافر نہیں۔[35]

مندرجہ بالا اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن و سنت کی رو سے ہر انسان قابل احترام اور معزز ہے کسی انسان کی توہین اور طعن و تشنیع جائز نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے سورہ حجرات میں اس کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔ پھر آپ ﷺ کے صحابہ عام انسانوں کی نسبت زیادہ قابل احترام اور قابل عزت ہے۔ وہ اللہ رب العزت کی طرف سے نبی کریم ﷺ کے لیے چنیدہ اور منتخب شدہ دوست، حمایتی اور مدد گار ہیں۔ اس لیے قرآن و سنت کی روشنی میں ان پر طعنہ زنی کرنا اور کسی بھی طرح سے ان کی توہین کرنا سختی سے حرام اور قابل گرفت جرم ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان اقدس میں سب و شتم کرنا اور گستاخی کرنا بہت بڑا جرم اور گناہ کبیرہ ہے اور ایسا کرنے والے شخص کو سختی کے ساتھ تادیب کرنے کا حکم ہے۔ بطور تعزیز قاضی ایسے شخص کو کوڑے بھی مار سکتا ہے اور اس کے علاوہ دیگر سخت قسم کی سزا بھی دے سکتا ہے۔

توہین کتبِ مقدسہ اور اس کا حکم

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی جانب سے پوری انسانیت کے لیے ایک عظیم نعمت ہے، جس کی قدر و قیمت دنیا کی کسی بھی دولت سے بڑھ کر ہے۔ صحیح مسلم میں امام مسلم نے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجرہ مبارکہ سے نکل کر ہمارے پاس آئے، ہم صفہ پر بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ روزانہ صبح عقیق کی وادی میں جائے اور کسی قطع رحمی یا گناہ میں پڑے بغیر وہاں سے دو بڑے کوہانوں والی اونٹنیاں لے آئے؟ ہم نے کہا: یا نبی اللہ! ہم یہ پسند کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں تم سے کوئی پھر مسجد نہیں جاتا کہ وہاں کتاب اللہ کی دو آیتیں تلاوت کرے یا ان کو سیکھے، یہ اس کے لیے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے اور اسی طرح جتنی آیات ہوں وہ اتنی ہی اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔[36]

رسول کریم ﷺ نے تلاوت قرآن کریم، معانی و مفہوم کو سمجھنا، اس پر عمل کرنے اور اس کی تعلیم و تبلیغ کے فضائل کو بے شمار مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ مذکورہ حدیث اس سلسلے کی ایک روشن مثال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم اور اس کے علوم کی خدمت کے لیے بے مثال کاوشیں کیں۔ امت کے علماء نے قرآن کے الفاظ و معانی کو محفوظ رکھنے اور ان کی توضیح کے لیے ایسی محنت کی ہے کہ ان تفصیلات کو دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔[37]

قرآن مجید کے حقوق کی پاسداری اور تعظیم ہر مسلمان پر فرض ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ اہل اسلام کا اجماع ہے کہ قرآن حکیم کا احترام اور اس کی حفاظت کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی مسلمان مصحف کو کوڑے یا کسی بے ادبی کی جگہ پھینک دے تو وہ اس عمل کے سبب دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ نیز مصحف یا کسی بھی علمی کتاب کو تکیہ بنانا ناجائز اور حرام ہے۔[38]

قرآن کریم کا ادب، اس کی تعظیم اور اس کے حقوق کی پاسداری ایمان کا تقاضا ہے۔ اس عظیم کتاب سے تعلق اور اس کی خدمت ایک ایسا عمل ہے جو دنیاوی اور آخری زندگی کے لیے کامیابی کی ضمانت ہے۔

توہین قرآن کریم و دیگر متون مقدسہ کی توہین اور ان کا حکم

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیات کا استہزاء، مذاق اڑانے اور نامناسب باتیں کرنے سے منع کیا ہے کہ جب اللہ کی آیات کا انکار یا مذاق اڑایا جا رہا ہو یا ان آیات کے بارے میں بے ہودہ گفتگو ہو رہی ہو تو ایسے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو اور ان سے الگ ہو جاؤ۔[39]

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشرکین اپنی مجالس میں قرآن کریم کا ذکر کرتے اور اس کے ساتھ استہزاء کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام کی یہ آیت نازل کی جو مشرکین مکہ کے بارے میں ہے اور جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو یہی کام یہود کے احبار کیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے پھر سورہ نساء میں اس آیت کا ذکر کر کے مسلمانوں کو یاد دہانی کرا دی۔[40]

علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں کے لیے بہت بڑی نصیحت ہے جو لوگ اٹھتے بیٹھتے کلام اللہ میں تحریف کرتے ہیں اور کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے ساتھ تمسخر اور استہزاء کرتے ہیں اور قرآن و سنت کو اپنی گمراہ کن خواہشات اور بدعات کی جانب پھیرتے ہیں، اگر ایسے لوگوں پر کسی کے لیے نکیر کرنا اور ان کی باتوں کو تبدیل کرنا ممکن نہ ہو تو کم سے کم صورت یہ ہے کہ ان کی مجالس کو چھوڑ دیں اور یہ کام تو نہایت آسان ہے۔[41]

ان دلائل سے ظاہر ہے کہ اللہ رب العزت کی کتابوں پر تمسخر کرنا اور ان کی آیات کا مذاق بنانا یا اس کے متعلق کوئی بے ہودہ گفتگو کرنا مشرکین اور کفار کا شیوہ ہے اور مسلمانوں کے لیے کسی صورت ان باتوں کو برداشت کرنا درست نہیں، بلکہ ان پر حالات کے موافق نکیر کرنا واجب اور ضروری ہے جس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ انسان ایسی مجالس سے احتجاجاً اُٹھ جائے اور ان میں بیٹھنے سے انکار کرے۔ قرآن کریم کی بے حرمتی سے بچنے کے لیے آپ ﷺ نے مصحف قرآن کے ساتھ دشمنوں کے علاقے کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا کیونکہ اس بات کا خدشہ ہے کہ وہاں کوئی مشرک یا کافر قرآن کریم کی بے حرمتی کا مرتکب نہ ہو۔[42]

قرآن کریم یا کسی بھی الہامی کتاب سے متعلق نازیبا الفاظ کہنا، اس کو برا بھلا کہنا، اس کی بے حرمتی کرنا یا اس کا منکر ہونا یہ ایسے کام ہیں کہ اس کا مرتکب دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔ قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں کہ یاد رکھو کہ جو شخص قرآن مجید یا قرآن مجید کے کسی حصے کی تحقیر کرے، نازیبا الفاظ کہے، قرآن کریم کی کسی آیت یا حرف کا منکر ہو، اس کو جھوٹا کہے یا کسی واضح حکم یا خبر کو بدل دے (مثبت کو منفی یا منفی کو مثبت بنا دے) حالانکہ اسے حقیقت کا علم ہو، تو ایسے شخص کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ وہ کافر ہے۔ اسی طرح اگر کوئی تورات، انجیل یا دیگر الہامی کتب میں سے کسی کا انکار کرے، ان پر لعنت بھیجے، انہیں برا بھلا کہے یا ان کی توہین کرے، تو وہ بھی کفر کا مرتکب ہو گا۔[43]

موجودہ دور میں قرآن کریم کی توہین کے ایک بڑے مسئلے کی صورت وہ مقدس اوراق ہیں جن پر متن قرآن یا متن حدیث تحریر ہوتی ہیں۔ یہ اوراق آج کل سڑکوں، گلیوں اور راستوں پر ایسے بے حرمتی کی حالت میں پڑے نظر آتے ہیں۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھے اور ایسے اوراق کو دیکھتے ہی انتہائی ادب و احترام کے ساتھ اُٹھائے، انہیں کسی ایسے طریقے سے محفوظ یا تلف کرے کہ ان میں بے ادبی یا توہین کا کوئی پہلو نہ ہو۔ قرآن کریم کے ساتھ ایسا کوئی عمل کرنا، جس میں معمولی سا بھی سوء ادب یا بے حرمتی کا امکان ہو، قطعاً ناجائز ہے۔ قرآن کا احترام اور اس کی حفاظت ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے اور اس کی بے ادبی یا توہین کا ذرہ برابر احتمال بھی ناقابل قبول ہے۔

توہینِ عبادات اور اس کا حکم

دینی عبادات کی عظمت اور اس کی حرمت انتہائی اہم ہے، جبکہ اس کی بے وقعتی، توہین اور اس انکار کرنا کفر میں داخل کر سکتا ہے۔ اس وجہ سے اس بارے بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے، ذیل میں عبادات دینیہ کی بے وقعتی سے متعلقہ احکام سے پہلے اس کی وضاحت کے لیے چند قواعد لکھے جاتے ہیں:

- جو شخص کسی حلال کام کے بارے میں حرام ہونے کا عقیدہ رکھے یا کسی حرام کام کے بارے میں حلال ہونے کا اعتقاد رکھے اور وہ حلال و حرام لعینہٖ ہو، جس کی حرمت کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو، تو یہ عقیدہ رکھنا موجب کفر ہے اور اگر حلال و حرام لعینہٖ نہ ہو، جس کی حرمت و حلت اخبار آحاد سے ثابت ہو، تو یہ عقیدہ رکھنا موجب کفر نہیں۔[44]
- کسی شخص میں کفر کی ننانوے وجوہات موجود ہوں اور صرف ایک وجہ اسلام کی ہو، تو اس شخص کو کافر کہنا درست نہیں۔[45]

- ضروریات دین سے انکار یا اس کی توہین واستہزاء موجب کفر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی ایک حکم شرعی کا انکار کریں یا اس کی توہین و استہزاء کریں، تو ایسا شخص کافر ہو جاتا ہے۔[46]
- ضروریات دین سے مراد احکامات شرعیہ ہیں، چاہے واجب اور فرض ہوں یا پھر سنت و مستحب۔ ان میں سے کسی ایک حکم کا انکار کرنا یا اس کی توہین، استہزاء یا تذلیل کرنا موجب کفر ہے۔[47]

مندرجہ بالا قواعد کی روشنی میں ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی متفق علیہ فرض حکم کا انکار کر دے، چاہے وہ فرض حکم عبادات سے متعلق ہو، جیسے نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور غسل جنابت وغیرہ یا پھر شراب، زنا، مال یتیم اور سود وغیرہ احکامات کی حرمت سے انکار کرے، تو یہ شخص کافر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ان ارکان میں سے کسی ایک حکم کی فرضیت کا انکار کرے یا پھر ان کے بارے میں توہین آمیز الفاظ استعمال کرے، تو وہ شخص کافر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مذکورہ بالا احکامات کے چھوڑنے والے یا اس کے انکار کرنے والے کی حوصلہ افزائی کرے یا اس کے اس کام کو اچھی نظر سے دیکھ لے، تو چونکہ اس نے حرام کو حلال جانا اس وجہ سے یہ شخص کافر ہو جاتا ہے۔[48] اسی طرح دین اسلام کے متفق علیہ احکامات کے لیے شرائط وضوابط کا انکار کرے یا ان توہین کرے، تو بھی اس شخص کا ایمان باقی نہیں رہتا۔ مثلاً کوئی نماز کے وضو یا دوران وضو ہاتھ، پیر وغیرہ کے دھونے سے انکار کرے یا اس کا مذاق اُڑائے یا قبلہ کے بارے میں گستاخانہ آمیز کلمات استعمال کرے یا نماز باجماعت کا انکار کرے یا اس کے کرنے والوں کی نماز باجماعت کی وجہ سے توہین کرے۔ تو یہ آدمی کافر ہو جاتا ہے۔[49]

اہل اسلام کا توہین مذہب کے بارے میں رویہ: تاریخی و تنقیدی جائزہ

توہین مذہب کی حرمت کے بارے میں تمام اہل اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ، اس کے پیغمبر، فرشتے، متون مقدسہ، عبادات اور مقامات مقدسہ سب کی تعظیم واجب ہے اور ان میں سے کسی ایک کی بھی ادنیٰ درجے کی بے ادبی بہت بڑا گناہ اور حرام ہے لیکن اگر کوئی قصداً اور عمداً ان میں سے کسی کی توہین کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی سزا کیا ہو گی اور سزا کی نوعیت کیا ہو گی اور اس حوالے سے اہل اسلام کا رویہ کیا رہا ہے؟ فصل ہذا میں اس پر تفصیلی بات کی گئی ہے۔

جن اہل اسلام نے اس مسئلہ پر تفصیل سے قلم اٹھایا ہے ان میں سب سے مقدم فقہائے مالکیہ کے سرخیل قاضی عیاض رحمہ اللہ ہیں جنہوں نے اپنی کتاب "الشفاء بتعريف حقوق المصطفى" کے آخری ابواب میں اس مسئلہ کو بسط و تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ان کے بعد فقہائے حنابلہ میں سے شیخ الاسلام ابو العباس ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس موضوع پر تفصیلی کتاب "الصارم المسلول على شاتم الرسول" لکھی ہے۔ ان کے بعد ائمہ شافعیہ میں سے مشہور عالم تقی الدین ابو الحسن علی السبکی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر تفصیلی کتاب "السيف المسلول على من سب الرسول ﷺ" تحریر کی۔ متقدمین فقہائے احناف میں سے کسی نے اس موضوع کو زیادہ تفصیل سے بیان نہیں کیا لیکن بعد میں علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر اپنی مشہور کتاب "تنبيه الولاة و الحكام على شاتم خير الأنام أو أحد أصحاب الكرام" لکھ کر اس کمی پورا کر دیا۔

مسلمان توہین مذہب کے مرتکب کے بارے میں اہل اسلام کا رویہ

اللہ تبارک و تعالیٰ اور انبیاء ورسل میں سے کسی بھی نبی یا رسول کی توہین کرنے والا شخص اگر مسلمان ہے اور وہ اپنی توہین پر برقرار رہے اور توبہ نہ کرے تو اس کے بارے میں اجماع امت ہے کہ ایسے شخص کی واحد سزا یہی ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب "الشفابتعریف حقوق المصطفی" میں اس قول پر اجماع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واجمعت الأُمَّة عَلَى قَتل متنقصه مِن المُسْلِمِين وسابه۔[50]

امت کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی شان میں تنقیص اور آپ پر سب و شتم کرنے والا واجب القتل ہے۔

قاضی صاحب نے نقل کیا ہے کہ امام خطابی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ایسے شخص کو بالاجماع قتل کیا جائے گا، وہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے کوئی ایسا شخص مجھے معلوم نہیں کہ اُس نے مسلمان گستاخ رسول کے قتل پر اختلاف کیا ہو۔[51] علامہ ابن تیمیہؒ بھی مسلمان توہین رسالت کے مرتکب کو واجب القتل سمجھتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ شاتم اگر مسلمان ہو تو وہ توہین کرنے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا اور اس کو بالاتفاق قتل کیا جائے گا، یہی ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کا مذہب ہے۔[52]

توہین رسالت کا مرتکب اگر مسلمان نہ ہو یا مسلمان تو ہو لیکن وہ اپنی سب و شتم پر نادم ہو اور اللہ کے حضور توبہ کرے تو بعض ائمہ کرام اس کی توبہ کی قبولیت کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ بہر صورت وہ واجب القتل نہیں، لیکن جمہور ائمہ اور فقہاء کی رائے ہے کہ توہین رسالت کا مرتکب خواہ مسلمان ہو یا ذمی کافر اور مسلمان ہونے کی صورت میں خواہ وہ تائب ہو یا نہ ہو، بہر صورت اس کی سزا قتل ہے۔ ابن تیمیہؒ اس رائے کو جمہور علماء کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ جس شخص (مسلمان یا کافر) نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کیے تو ایسے شخص کا قتل واجب ہے۔ یہ عام اہل علم کا مذہب ہے اور اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی اس کو قتل کیا جائے۔ یہی مذہب امام مالک، امام احمد بن حنبل، لیث بن سعد، اسحاق بن راہویہ اور امام شافعی رحمہم اللہ کا ہے۔[53]

سب و شتم کی مختلف صورتوں کی وضاحت کرتے ہوئے قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو یہ سمجھنے کی توفیق دے کہ جس کسی نے بھی آپ ﷺ کی شان میں برا بھلا کہا، آپ کو عیب دار بنایا، آپ ﷺ کی ذات مبارک، آپ کی حسب و نسب، دین کی کسی خصلت کے بارے میں عیب جوئی کی یا بطریق سب اور تعریض کے کسی ایسی چیز کے ساتھ تشبیہ دی جس سے آپ ﷺ کی شان میں کمی کا اشارہ ہو یا آپ ﷺ کی تصغیر شان کی تو ایسا کرنے والا شاتم رسول تصور ہو گا اور اس کا حکم وہی ہے جو آپ کی گستاخی کرنے والے کا ہے کہ اس کو قتل کیا جائے۔[54]

ان تمام اہل اسلام کے نزدیک اللہ تعالیٰ یا کسی نبی اور رسول کی شان میں سب و شتم کرنا ایسا قبیح جرم ہے جس کا ارتکاب کرنے والا مسلمان نہیں رہتا بلکہ وہ مرتد اور کافر ہو جاتا ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ اسحاق بن راہویہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے بھی اللہ رب العزت یا نبی کریم ﷺ کی شان مبارکہ میں برے القابات کہے یا کتاب اللہ کو ٹھکرایا یا کسی نبی کو ایذاء پہنچائی تو ایسا کرنے والا اگرچہ وہ اللہ کی نازل کردہ تمام چیزوں کا اقرار کرتا ہو پھر بھی کافر ہے۔[55] ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ مذکورہ دلائل کو دیکھتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے کسی فرشتے، نبی یا رسول کی شان میں گستاخی کی یا استہزاء کیا، قرآن کریم، اللہ تعالیٰ کی آیات یا شرائع میں سے کسی کے متعلق برا بھلا کہا تو ایسا کرنے سے وہ شخص کافر اور مرتد ہو جائے گا اور اس کا وہی حکم ہے جو مرتد کا ہے۔[56]

مندرجہ بالا تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان اللہ رب العزت، نبی یا رسول، ملائکہ یا کسی مقدس کتاب پر سب و شتم کرے یا ان کی شان میں گستاخی کرے تو ایسا شخص مسلمان نہیں رہتا، بلکہ وہ مرتد اور کافر ہو جاتا ہے اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں بالاجماع واجب القتل ہے۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اس باب میں بعض فرقوں جیسے جہمیہ اور اشعریہ کی جانب سے اختلاف کی

طرف بھی اشارہ کیا ہے لیکن ابن عابدین شامی رحمہ اللہ کے بقول ان اختلافی آراء کا کوئی اعتبار نہیں۔ امت مسلمہ کے مشہور اور معتبر ائمہ کرام میں سے کسی نے اس قول کا انکار نہیں کیا۔ سیر صحابہ کرام کا استقراء کرنے سے بھی یہ بات سامنے آتی ہیں کہ یہی تمام صحابہ کرام کا اجتماعی فتویٰ تھا اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔[57]

توہین مذہب کے غیر مسلم مرتکب کے بارے میں اہل اسلام کا رویہ

اگر کوئی ذمی اللہ رب العزت، نبی کریم ﷺ یا کسی اور نبی کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو تو اس کا کیا حکم ہے ؟ توہین مذہب کے بعد اسلامی حکومت سے ذمی کا معاہدہ ختم ہو جاتا ہے یا پھر پہلے کی طرح برقرار رہتا ہے ؟ اس میں اہل اسلام کا اختلاف ہے۔ اس مسئلہ میں فقہائے احناف کا مؤقف یہ ہے کہ غیر مسلم ذمیوں کو بنیادی کفر کے ساتھ اسلامی ریاست نے حق شہریت دے کر اسلامی حدود میں رہائش کا حق دیا تھا۔ اب اگر کسی ذمی نے پہلے والے کفر کے ساتھ اسلامی مقدسات کی گستاخی کر کے مزید کفر کا ارتکاب کیا، تو اس صورت میں بھی اس کا حق شہریت منسوخ نہیں ہو گا بلکہ پہلے والا معاہدہ برقرار رہے گا۔

علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے بدائع الصنائع میں اسی نکتہ کو مزید واضح کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اسی طرح اگر کسی (ذمی) نے حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی اور بے ادبی کی تو اس کا عہد نہیں ٹوٹتا، کیونکہ یہ کفر پر ایک اور کفر بڑھانا ہے اور جب اصل کفر کے ساتھ معاہدہ برقرار رہتا ہے تو مزید کفر کے ساتھ بھی اس کا معاہدہ برقرار رہنا چاہئے۔[58] علامہ مرغینانی رحمہ اللہ کے بقول بھی، جس (ذمی) نے نبی پاک ﷺ کی اہانت کی تو اس کا عقد ذمہ نہیں ٹوٹتا۔[59]

علامہ شامی رحمہ اللہ فقہائے احناف کی رائے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اور ان کے ساتھیوں کی یہ رائے ہے کہ سبّ و شتم سے عہد و پیمان نہیں ٹوٹتا اور نہ کسی ذمی کو اس جرم کے ارتکاب پر قتل کیا جائے گا بلکہ دیگر جرائم کی مانند اس جرم میں بھی تعزیری سزا دی جائے گی۔[60] تعزیر سے مراد یہ ہے کہ وہ جرائم، جن میں قصاص یا حد کے طور پر سزا موجود نہیں ہے تو اس میں قاضی کو سزا دینے کا اختیار حاصل ہے جو بعض صورتوں میں مجرم کا قتل بھی ہو سکتا ہے، اگر مجرم بار بار جرم کا مرتکب ہو تو امام اسے قتل کی سزا بھی دے سکتا ہے۔ اسی طرح کسی راجح مصلحت کی بنا پر امام سزا کی مقررہ حد میں اضافہ بھی کر سکتا ہے۔[61] مذکورہ آراء کے مطابق اگرچہ ذمی شاتم رسول کا عہد ذمہ برقرار ہے لیکن فقہائے احناف کے نزدیک اس کو تعزیری سزا دی جاسکتی ہے اور وہ اگر وہ اس کے بعد بھی باز نہیں آتا تو قاضی یا حاکم وقت اس کو قتل کرنے کا حکم بھی دے سکتا ہے۔

نقض عہد کے متعلق مندرجہ بالا رائے کے برعکس بعض حنفی فقہاء نے ذمی کی جانب سے توہین مذہب کرنے پر نقض عہد کا قول بھی اختیار کیا ہے۔ چنانچہ مشہور حنفی عالم علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی ذمی علی الاعلان اسلام کی مخالفت میں طعن و تشنیع کرنے لگے تو اس کا قتل جائز ہو گا کیونکہ اس سے اس بات کا عہد تھا کہ وہ زبان درازی نہ کرے گا۔ پس جب اس نے زبان درازی کی تو اس کا عہد ٹوٹ گیا اور وہ اس ذمہ سے نکل گیا۔[62] احناف کے اس مؤقف کی وضاحت مولانا ظفر احمد تھانوی رحمہ اللہ نے اعلاء السنن میں کی ہے کہ حنفیہ نے ذمی کے عہد نہ ٹوٹنے کا ذکر اور اس کے قتل سے انکار نہیں کیا ہے۔ تعزیری سزائیں احناف کے ہاں قتل اور ضرب دونوں کو شامل ہیں اور حاکم وقت کی رائے پر موقوف ہونے کی وجہ سے اسے سیاستاً قتل کرنا کہتے ہیں۔[63] اور یہی بات صاحب معارف القرآن نے سورت توبہ[64] کی تفسیر میں بھی لکھی ہے۔[65]

فقہائے احناف کے نزدیک توہینِ مذہب کے مرتکب کے مسلمان یا غیر مسلم ہونے سے اس جرم کی نوعیت میں فرق پیدا ہوتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس جرم کا ارتکاب کرے تو وہ مرتد شمار ہو گا اور اس پر وہ تمام احکام لاگو ہوں گے جو ارتداد کی صورت میں

نافذ کیے جاتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی غیر مسلم اللہ تعالیٰ، کسی نبی یا ملائکہ کی توہین کرے تو اس کے فعل کو ارتداد نہیں کہا جا سکتا۔

فقہائے احناف کے مطابق، توہینِ مذہب کی بنا پر کسی ذمی کا معاہدۂ ذمہ ختم نہیں ہوتا لیکن چونکہ یہ فعل دارالاسلام کے قانون کے تحت ایک سنگین جرم ہے، اس لیے اس پر سزا دی جائے گی۔ اس نوعیت کی سزا کو فقہِ حنفی میں "سیاسۃً" کہا جاتا ہے، جس کی کوئی معین حد شریعت نے مقرر نہیں کی بلکہ اس کا تعین حکومت کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ حکومت اس جرم کی سنگینی اور حالات کے مطابق سزا میں کمی یا اضافہ کر سکتی ہے اور بعض سنگین حالات میں مجرم کو سزائے موت بھی دی جا سکتی ہے۔

فقہائے احناف کے اصول کے تحت، وہ جرائم جن میں مجرم کو حد یا قصاص کے طور پر قتل نہیں کیا جا سکتا، اگر مجرم ان جرائم کا بار بار ارتکاب کرے تو حاکم کو اختیار ہے کہ وہ اسے قتل کی سزا دے یا مقررہ سزا میں اضافہ کرے۔ اسی اصول کے تحت اگر کوئی ذمی بار بار اللہ تعالیٰ، کسی نبی، ملائکہ، آسمانی کتابوں یا دیگر اسلامی مقدسات کی توہین کرے تو قاضی یا حاکم اسے قتل کرنے کا حکم دے سکتا ہے، چاہے وہ گرفتاری کے بعد اسلام قبول کر لے۔ ایسی سزا مصلحت اور نظمِ ریاست کے تحت ہوگی اور یہ فقہِ حنفی کے اصولوں کے عین مطابق ہے۔[66]

فقہ مالکی کے بانی امام مالک بن انس رحمہ اللہ نبی کریم ﷺ کی توہین کے متعلق فرماتے ہیں کہ جس نے نبی کریم ﷺ کی شان میں بدگوئی کی، گالی دی، عیب جوئی کی یا آپ ﷺ کی تحقیر کی تو ایسے شخص کو قتل کیا جائے، چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔[67] مشہور مالکی فقیہ علامہ ابن رشد رحمہ اللہ نے گستاخ رسول کے متعلق مطلقاً قتل کر دینے کی رائے بیان کی ہے کہ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ جو کوئی بھی آپ ﷺ کے حق میں بدکلامی کرے، عیب جوئی کرے یا کسی قسم کا استخفاف کرے، چاہے وہ مسلمان ہو، ذمی ہو یا کافر اس سے توبہ کا مطالبہ کیے بغیر قتل کیا جائے گا۔ سوائے اس کے کہ ذمی قتل کئے جانے سے پہلے پہلے اسلام قبول کر لے۔[68]

امام قرطبی رحمہ اللہ ذمی کے علی الاعلان توہین اور تحقیر کے اقدامات کو واجب القتل قرار دیتے ہیں کہ علماء کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ ذمیوں میں سے کوئی بھی توہینِ مذہب کا مرتکب ہو، نبی کریم ﷺ پر کھلے عام گستاخی اور سبّ وشتم کرے، نازیبا کلمات اور تحقیر کا مؤجب ہو تو یہ واجب القتل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے فعل پر کسی ذمی کے ساتھ معاہدۂ امان برقرار نہیں رہتا۔ البتہ امام ابو حنیفہ، امام ثوری رحمہم اللہ اور اہل کوفہ میں ان کے شاگردوں کی رائے یہ ہے کہ ایسے ذمی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ ان کے مطابق ذمی پہلے ہی شرک جیسے بڑے گناہ پر قائم ہے اور اس کے موجودہ فعل کی شدت اس سے زیادہ نہیں۔ تاہم اسے ضرور تعزیری سزا دی جائے گی تاکہ اس کی اصلاح ہو اور وہ آئندہ ایسے جرائم سے باز رہے۔[69] مذکورہ اقوال سے معلوم ہوا کہ فقہائے مالکیہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ سمیت توہینِ مذہب کرنے والے ذمی شاتم کا عہد ذمہ ٹوٹ جاتا ہے اور وہ واجب القتل ہے۔

امام شافعی اور ان کے متبعین فقہائے شافعیہ کے نزدیک بھی توہینِ مذہب کرنے سے ذمی کا عہد ذمہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ واجب القتل ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "المجموع شرح المہذب" میں شاتم رسول کے حوالے سے مختلف احادیث ذکر کی ہیں اور ان میں صحیحین کی ایک روایت سے ذمی کے قتل اور نقضِ عہد کا خصوصی تذکرہ کیا ہے، چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ جس روایت سے امام شافعی رحمہ اللہ نے گستاخ ذمی کے قتل اور نقضِ عہد کا حکم مستنبط کیا ہے وہ کعب بن اشرف یہودی کا واقعہ ہے۔[70]

امام سبکی، امام غزالی رحمہ اللہ جو فقہ شافعی کے مشہور فقیہ اور عالم اسلام کے چنیدہ مفکرین میں سے تھے، کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ وہ توہینِ مذہب کرنے کی وجہ سے عہد ذمہ کے ٹوٹ جانے اور ذمی شاتم کو فوری طور پر قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں کہ ذمیوں

پر لازم ہو گا کہ وہ کم تر ہو کر رہیں۔ ہمارے دین، نبی اور کتاب اللہ سے متعلق بات نہ کریں، مشرکین کے لیے جاسوسی نہ کریں اور نہ اس کے جاسوس کو پناہ دیں۔ پھر اگر وہ جزیہ نہ دیں تو بالاتفاق ان کا عہد ذمہ ختم ہو جائے گا اور اسی طرح اگر وہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ یا کتاب اللہ کے بارے میں برا بھلا کہے، ان کے متعلق ہمارا مذہب یہ ہے کہ ان کی توبہ قبول نہ کی جائے اور ان کو قتل کر دیا جائے، ہاں اگر جزیہ نہ دینے سے وہ باز آجائیں تو ان کی توبہ مقبول ہے اور اللہ تعالیٰ، رسول ﷺ یا کتاب اللہ سے متعلق بری بات کرنے پر ان کے قتل میں جلدی کرنی چاہیے۔[71] فقہائے شافعیہ نے اس سلسلے میں کعب بن اشرف، ابو رافع عبد اللہ بن ابی الحقیق، ابو عفک یہودی وغیرہ کے قتل کے واقعات سے استدلال کیا ہے۔

فقہ حنبلی کے بانی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے توہین مذہب کے مرتکب کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ مسائل احمد بن حنبل میں آپ کے صاحبزادے عبد اللہ روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو توہین مذہب کرنے والے کے متعلق کہتے ہوئے سنا ہے کہ اس کی گردن اُڑا دی جائے۔[72] امام سبکی رحمہ اللہ نے امام احمد رحمہ اللہ کے ایک شاگرد ابو طالب احمد بن حمید مشکانی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ذمی توہین کرنے والے کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: اس کو قتل کیا جائے، اس نے عہد توڑا ہے۔[73] امام ابن قیم الجوزی رحمہ اللہ ذمی کے نقض عہد اور وجوب قتل کا صریح ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بے شک نبی ﷺ کی گستاخی اور بے ادبی عہد امان کو توڑ دیتی ہے اور قتل کو واجب ٹھہراتی ہے۔[74]

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ فقہائے حنابلہ اس بات پر متفق ہیں کہ شاتم رسول اگر ذمی ہو تب بھی اس کو قتل کیا جائے اور سبّ و شتم کے بعد اس کا عہد ذمہ ختم ہو جاتا ہے۔

فقہ جعفریہ میں بھی اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہری (ذمی) کے حوالے سے واضح احکامات موجود ہیں۔ فقہ جعفریہ کے مطابق اگر کوئی ذمی نبی کریم ﷺ یا اہل بیت میں سے کسی کی شان میں گستاخی کرے تو اس کو قتل کیا جائے یا بعض صورتوں میں تعزیری سزا دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر وہ (ذمی) نبی پاک ﷺ یا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو واضح طور پر سبّ و شتم کرے تو دوسرے مکلفین کی طرح اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اگر یہ بدگوئی کے علاوہ شان نبوت کے خلاف بات کریں تو انہیں تعزیری سزا دی جائے گی۔ اگر عہد میں شرط ہو کہ وہ اس بے ہودہ گوئی سے سے باز رہیں گے تو ایک قول کے مطابق عہد ٹوٹ جائے گا لیکن اگر امان سے باز رہنے سے وابستہ ہو تو اس مخالفت کی وجہ سے عہد ٹوٹ جاتا ہے۔

خلاصہ کلام

مندرجہ بالا تفاصیل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اگر ذمی اللہ تعالیٰ، رسول ﷺ یا کسی اور مذہبی شعائر کی توہین کا مرتکب ہو جائے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ واجب القتل ہے جبکہ فقہائے احناف کے نزدیک اس کو تعزیری سزا دی جاسکتی ہے جو کہ بعض صورتوں میں قتل پر بھی منتج ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر کوئی ذمی گستاخی کرنے کے بعد اپنے جرم سے توبہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے تین اقوال ذکر کیے ہیں:

- ذمی اگر توبہ بھی کرلے تو دنیا میں اس کی سزا قتل ہے اور اس کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا۔ یہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مشہور مذہب ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں اگر ذمی بعد الاخذ توبہ کرلے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے اصحاب کا بھی ایک قول یہی ہے۔
- ذمی اگر مسلمان ہو جائے تو اس صورت میں وہ واجب القتل نہیں رہتا بلکہ اس نے اسلام کے ذریعے اپنے آپ کو بچا لیا۔ یہ

امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ظاہر الروایہ قول ہے۔

- ذمی کو قتل کیا جائے گا لیکن اگر مسلمان ہو جائے یا دوبارہ عہد ذمہ کی جانب لوٹ آئے تو اس صورت میں وہ واجب القتل نہیں رہتا۔ عہد ذمہ کی جانب واپس لوٹنے کی صورت میں اس کو تعزیری سزا دی جائے گی۔ یہ امام شافعی کا قول ہے۔[75]

فقہ حنبلی کے مطابق توہین مذہب کا مرتکب جو بھی ہو اسے قتل کیا جائے گا۔ ذمی شاتم کے متعلق ابن قدامہ نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس کی توبہ قبول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جس نے نبی پاک ﷺ کی بدگوئی کی، الخراقی نے کہا ہے کہ جس نے آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی طرف قذف کی نسبت کی تو وہ قتل کیا جائے گا چاہے مسلمان ہو یا کافر۔ ابو الخطاب نے کہا ہے کہ کیا اللہ اور رسول کی بے حرمتی کرنے والے کی توبہ قبول کی جائے یا نہیں؟ اس بابت دو روایات ہیں، ایک تو یہ کہ توبہ نا قابل قبول ہے کیونکہ اس کا قتل سبّ وشتم اور قذف کی وجہ سے تھا جو حد قذف کی مانند توبہ سے ساقط ہو سکتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور اولاد ثابت کرنا اللہ کی بے حرمتی سے کچھ زیادہ نہیں کیا ہے۔[76] لامہ سبکی رحمہ اللہ نے بھی مالکیہ سے منقول مندرجہ بالا دونوں اقوال نقل کیے ہیں جن میں سے ایک قول کے مطابق ذمی شاتم کی توبہ اس صورت میں قبول ہے جب وہ مسلمان ہو جائے۔[77]

امام ابو حنیفہ اور جمہور فقہائے احناف رحمہم اللہ کے نزدیک ذمی گستاخ رسول کا عہد ذمہ برقرار رہتا ہے لیکن قاضی کو اسے سزا دینے کا اختیار حاصل ہے، جو ہر مجرم کے لیے اس کے جرم کی نوعیت کے مطابق کم یا زیادہ ہو سکتی ہے اور اگر وہ اس کے باوجود بھی توہین سے باز نہیں آتا تو قاضی اس کو سیاستاً قتل کرنے کا حکم بھی دے سکتا ہے۔ فقہ حنفی سے تعلق رکھنے والے بعض متاخرین فقہاء نے سبّ وشتم کی بنا پر ذمی کے عہد ذمہ ٹوٹ جانے کا حکم بھی ذکر کیا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے مشہور قول کے مطابق ذمی کا عہد ذمہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ واجب القتل ہے۔ اگر وہ اسلام لے آئے یا توبہ کر کے واپس اپنے عہد ذمہ کی جانب لوٹ جائے تو امام شافعی کے ایک قول کے مطابق اس کو معاف کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ان کا قول مشہور یہی ہے کہ یہ واجب القتل ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے متبعین کے مطابق ذمی گستاخ کا عہد ذمہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ واجب القتل ہے۔ اگر وہ مسلمان ہو جاتا ہے تو ان حضرات کے مشہور قول کے مطابق وہ واجب القتل نہیں رہتا۔

حوالہ جات وحواشی

1 سورۃ الاحزاب 57:33۔

2 القرطبی، محمد بن احمد، **الجامع الاحکام القرآن**، (لبنان: دار الصادر، 2000ء)، 14/237۔

3 البغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود، **معالم التنزیل فی تفسیر القرآن**، (مصر: دار المعارف، 1989ء)، 3/663۔

4 ایضاً۔

5 محمد شفیع، مفتی، **معارف القرآن**، (کراچی: مکتبہ المعارف، 2007ء)، 6/123۔

6 البخاری، محمد بن اسمٰعیل، **الجامع الصحیح**، (ریاض: دار السلام، 2008ء)، كِتَاب الْأَدَبِ، بَابُ لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ، رقم الحدیث: 6181۔

7 ایضاً، بَابُ الصَّبْرِ عَلَى الْأَذَى، رقم الحدیث: 6099۔

8 سورۃ الانعام 108:6۔

9 محمد تقی عثمانی، مفتی، **آسان ترجمہ قرآن**، (کراچی: مکتبہ المعارف، 2015ء)، 119/2۔

10 القرطبی، **الجامع الاحکام القرآن**، 61/7۔

11 آلوسی، محمود بن عبد اللہ، **روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم و السبع المثانی**، (بیروت: دار الصادر، 1969ء)، 237/4۔

12 ایضاً۔

13 قاضی، عیاض بن موسیٰ، **الشفاء بتعریف حقوق المصطفی**، (لاہور: مکتبہ اعلیٰ حضرت، 2022ء)، 302/2۔

14 سورۃ البقرۃ 285:2۔

15 القرطبی، **الجامع الاحکام القرآن**، 36/2۔

16 قاضی عیاض، **الشفاء بتعریف حقوق المصطفی**، 303/2۔

17 البخاری، **الجامع الصحیح**، كِتَاب الْإِيمَانِ، بَابُ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ، رقم الحدیث: 10۔

18 سورۃ الاحزاب 57:33۔

19 سورۃ التوبہ 9:65-66۔

20 سورۃ الاحزاب 53:33۔

21 الطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد، **المعجم الصغیر**، (لبنان: دار الفکر، 1999ء)، 393/1؛ قاضی عیاض، **الشفاء بتعریف حقوق المصطفی**، 211/2۔ اس حدیث میں عبد العزیز بن محمد بن الحسین بن زبال ہیں جس کی وجہ سے ابن حبان اور بعض دیگر ائمہ جرح و تعدیل نے اس حدیث پر نقد کیا ہے۔ شرح الشفاء کے مصنف امام مہروی فرماتے ہیں: اس حدیث کو قاضی عیاض نے اپنی سند کے ساتھ امام دار قطنی سے نقل کیا ہے اور وہ ایک جلیل القدر امام ہیں، علاوہ ازیں اس کو امام طبرانی نے بھی نقل کیا ہے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت میں کچھ ضعف ہے۔

22 البخاری، **الجامع الصحیح**، كِتَاب الْمَغَازِي، بَابُ قَتْلُ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ، رقم الحدیث: 4037۔

23 النسائی، احمد بن شعیب، **السنن**، (ریاض: دار السلام، 2008ء)، كتاب تحريم الدم، بَابُ : الْحُكْمِ فِي الْمُرْتَدِّ، رقم الحدیث: 4072۔

24 البخاری، **الجامع الصحیح**، كِتَاب الْمَغَازِي، بَابُ حَدِيثُ الْإِفْكِ، رقم الحدیث: 4141۔

25 الطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد، **المعجم الکبیر**، (لبنان: دار الفکر، 2000ء)، 96/2۔

26 الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، **جامع الترمذی**، (ریاض: دار السلام، 2005ء)، کتاب المناقب عن رسول الله ﷺ، باب فِيمَنْ سَبَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ، رقم الحدیث: 3862۔

27 البخاری، **الجامع الصحیح**، كِتَاب فَضَائِلِ الصحابة، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ، لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلاً، رقم الحدیث: 3673۔

28 الترمذی، **جامع الترمذی**، کتاب المناقب، رقم الحدیث: 3866۔

29 ابن ماجۃ، محمد بن یزید، **السنن**، (بیروت: دار الفکر، 2000ء)، باب فی فضائل اصحاب رسول ﷺ، بَابُ : فَضْلِ أَهْلِ بَدْرٍ، رقم الحدیث: 162۔

30 ابن عابدین، محمد بن امین، **تنبیه الولاة و الاحکام شاتم خیر الانام اواحد اصحابه الکرام**، (بیروت: دار الصادر، سن ندارد)، ص 120۔

31 ایضاً۔

32 قاضی عیاض، **الشفاء بتعریف حقوق المصطفی**، 492/2۔

33 ایضاً۔

34 ایضاً، 493/2۔

35 ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، الصارم المسلول علی شاتم الرسول، (السعودیہ: الحرس الوطني السعودي، 1397ھ)، ص566۔

36 مسلم بن حجاج، ابو الحسین، صحیح مسلم، (ریاض: دار السلام، 2008ء)، كتاب فَضَائِلِ الْقُرْآنِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ، باب فَضْلِ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي الصَّلَاةِ وَتَعَلُّمِهِ، رقم الحدیث: 1873۔

37 محمد تقی عثمانی، مفتی، علوم القرآن، (کراچی: مکتبہ المعارف، 2015ء)، ص19۔

38 النووی، ابو زکریا یحییٰ بن شرف، التبیان فی آداب حملة القرآن، (ریاض: دار السلام، 2012ء)، ص108۔

39 سورۃ النساء 4:140؛ سورۃ الانعام 6:68۔

40 الرازی، فخر الدین محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، (بیروت: دار الفکر، 1989ء)، 11/274۔

41 الشوکانی، ابو عبد اللہ، محمد بن علی، فتح القدیر، (مصر: دار المعارف، 2001ء)، 2/146۔

42 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب السفر بالمصاحف الی الارض العدو، رقم الحدیث: 4990۔

43 قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، ص647۔

44 الطحاوی، احمد بن محمد، حاشیة الطحاوی علی مراقی الفلاح، (لبنان: دار العلم، 1999ء)، 1/138۔

45 قاضی سماونہ، محمود بن اسرائیل، جامع الفصولین، (تہران: مکتبہ مجلس الشوری الاسلامی، سن ندارد)، 2/164۔

46 الہیثمی، احمد بن محمد، الاعلام بقواطع الاسلام، (شام: دار التقویٰ، 2008ء)، ص23۔

47 ایضاً۔

48 ملا علی قاری، رسالة الفاظ الكفر، (مصر: دار المعارف، سن ندارد)، ص155۔

49 ایضاً۔

50 قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، 2/211۔

51 ایضاً، 2/216۔

52 ابن تیمیہ، الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص4۔

53 ایضاً۔

54 قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، 2/214۔

55 ایضاً۔

56 ابن حزم، علی بن احمد، المحلیٰ بالآثار، (بیروت: دار الفکر، 2009ء)، 12/438۔

57 ابن عابدین، تنبیه الولاة والحکام علی شاتم خیر الانام، ص22-23۔

58 الکاسانی، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، (بیروت: دار الصادر، 1989ء)، 7/113۔

59 المرغینانی، علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل، الهداية في شرح بداية المبتدی، (لبنان: دار الفکر، 1975ء)، 2/404۔

60 ابن عابدین، محمد امین بن عمر، الدر المختار و حاشیه ابن عابدین، (لبنان: دار المعارف، 2004ء)، 4/214۔

61 الحصکفی، محمد بن علی بن محمد، الدر المختار وشرح تنویر الابصار، (لبنان: دار الکتب العلمیة، 2001ء)، ص316۔

62 النسفی، ابو البرکات عبد اللہ بن احمد، مدارک التنزیل و حقائق التأویل، (لبنان: دار الکتب العلمیة، 2005ء)، 1/667۔

63 ظفر احمد عثمانی، مولانا، اعلاء السنن، (کراچی: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، 2008ء)، 12/54۔

64 سورۃ التوبۃ 9:12۔

65 مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، 4/324۔

66 ابن تیمیہ، الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص10-11۔

67 ایضاً، ص526۔

68 ابن رشد، محمد بن احمد، البیان والتحصیل، (مصر: دار الغرب الاسلامی، 1988ء)، 16/398۔

73 القرطبی، الجامع الاحکام القرآن، 8/83۔

70 النووی، ابوزکریا، یحییٰ بن شرف، المجموع شرح المهذب، (الریاض: مکتبہ الارشاد، 2000ء)، 19/428۔

71 السبکی، تقی الدین علی بن عبد الکافی، السیف المسلول علی من سب الرسول، (لبنان: دار ابن حزم، سن ندارد)، ص206۔

72 احمد بن حنبل، امام، مسائل الإمام أحمد روایة ابنه عبد الله، (مصر: مکتب الاسلامی، 1981ء)، ص431۔

73 ابن قیم، محمد بن ابی بکر بن ایوب، احکام اہل الذمة، (الدمام: رمادي للنشر، 2005ء)، 3/1374۔

74 السبکی، السیف المسلول علی من سب الرسول، ص239۔

75 ابن تیمیہ، الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص330۔

76 ابن قدامہ، موفق الدین عبد اللہ بن احمد، الکافی فی فقه الامام احمد بن حنبل، (بیروت: دار الکتب العلمیة، سن ندارد)، 4/62۔

77 السبکی، السیف المسلول علی من سب الرسول، ص383۔